

## تدریس اردو کے طریقے

تحریر: ایس ایم شاہد  
نظر ثانی: ڈاکٹر عطش درانی



## فہرست

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
152	تعارف	
152	مقاصد	
153	ردایہ اصول تدریس	1-
153	1.1 ترکیبی طریقے	
159	1.2 تحلیلی طریقے	
166	1.3 مخلوط یا مرکب طریقے	
168	1.4 اہم نکات	
169	خود آزمائی نمبر 1	
169	جدید اصول تدریس	2-
169	2.1 مسئلہ طریق تدریس	
172	2.2 منصوبہ طریق تدریس	
176	2.3 تدریسی وحدت	
178	2.4 گروہی تدریس	
180	2.5 مشقی تدابیر	
185	2.6 اہم نکات	
187	خود آزمائی نمبر 2	
188	جوابات	3-
189	کتابیات	4-

## تعارف

تدریسی حکمت عملی سے مراد معلم کی وہ کوشش ہے جس کے ذریعے نفس مضمون طلبہ تک پہنچایا جائے جب کہ طریقہ تدریس مقاصد تعلیم کے حصول کا ذریعہ ہے بذات خود مقصد نہیں۔ اس کے ذریعے استاد کتابی اور غیر کتابی نفس مضمون کو موثر انداز میں اپنے طلبہ میں منتقل کر سکتا ہے۔ گویا ایک اچھی اور موثر تدریس کا انحصار طریقہ تدریس پر ہوتا ہے۔ تدریس کا طریقہ کار اگر بچوں کی نفسیاتی دلچسپیوں سے ہم آہنگ ہوگا تو بہترین طریقہ تدریس کہلائے گا۔ اس طرح معلم اور محکم کے درمیان افہام و تفہیم کا مضبوط رشتہ بہتر طریقہ تدریس سے ہی قائم ہوتا ہے۔

طریقہ تدریس ایک فن ہے۔ اس فن کے موثر ہونے کا انحصار معلم کی مہارت پر ہے۔ اگر کوئی معلم نفس مضمون پر زور دیتا ہے لیکن اسے موثر طریقے سے پیش نہیں کر سکتا تو نفس مضمون سے طلبہ خاطر خواہ فائدہ نہیں اٹھا سکیں گے بلکہ نصاب اور مقاصد تعلیم بھی غیر موزوں ہو جائیں گے۔

مضامین پڑھانے کے کئی طریقے ہیں ان میں سے کچھ طریقے بعض مضامین کی تدریس کے لیے خصوصی طور پر کارآمد ثابت ہوتے ہیں۔ اس یونٹ میں ایسے ہی چند تدریسی طریقوں کا ذکر کیا گیا ہے جو اردو کی تدریس کے لیے خاصی اہمیت کے حامل ہیں۔

## مقاصد

- ہمیں امید ہے کہ اس یونٹ کے مطالعے کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ:
- 1- مختلف طریقہ ہائے تدریس سے واقفیت کے بعد انہیں تدریس میں استعمال کر سکیں گے۔
  - 2- تدریس اردو کے روایتی طریقوں کو موقع و محل کے مطابق بروئے کار لائیں گے۔
  - 3- مسئلہ اور منصوبہ جیسے جدید طریق تدریس سے موثر طور اردو کی تدریس میں استفادہ کر سکیں گے۔
  - 4- اردو زبان کی تدریس میں مشقی تدابیر سے کما حقہ فائدہ اٹھا سکیں گے۔

## 1- روایتی اصول تدریس

اردو زبان و ادب کی تدریس کے لیے بے شمار طریقے تجویز کیے گئے ہیں۔ اس حصے میں کوشش کی گئی ہے ان تمام طریقوں کا اجمالی سا تذکرہ کر دیا جائے جو آپ کے نصاب میں شامل ہیں۔ نصاب کے حوالے سے ان تمام طریقوں کو تین سرخیوں کے تحت تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

ترکیبی طریقہ۔ تحلیلی طریقے اور مخلوط یا مرکب طریقے

### 1.1 ترکیبی طریقے

یہ وہ طریقے ہیں جن میں بچوں کو پہلے حروف سکھائے جاتے ہیں اور پھر ان حروف کو ملا کر لفظ بنانا سکھایا جاتا ہے۔ اس قسم میں ابجدی طریقہ، صوتی طریقہ اور صوتیاتی طریقہ داخل ہیں۔ ان طریقوں میں بچے اور پڑھنا، کم و بیش ساتھ ساتھ سکھایا جاتا ہے۔ اس بنا پر تمام ترکیبی طریقوں پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ ان میں مشکلات کو اکٹھا کیا جاتا ہے بجائے اس کے کہ مشکلات کو کم کیا جائے دوسرا اعتراض یہ ہے کہ ابتدا حروف سے کی جاتی ہے اور لفظ من حیث الکل نہیں سکھایا جاتا۔

#### 1.1.1 ابجدی طریقہ یا طریقہ تہجی

یہ طریقہ سب سے قدیم ہے اور صدیوں سے بچے اسی طریقے پر پڑھنا سیکھتے چلے آئے ہیں۔ بعض مصنفین کا خیال ہے کہ اردو زبان کی تعلیم کے لیے یہ طریقہ نہایت موزوں ہے۔ اس طریقے پر پڑھنا سکھانا ہو تو پہلے حروف تہجی کے نام سکھائے جاتے ہیں اور ان کی صورتیں شناخت کرائی جاتی ہیں۔ اس کے بعد حروف مفرد کو اعراب کی مدد سے جوڑ کر دو حرفی مرکب سکھائے جاتے ہیں مثلاً

اَب، اَب، اَب، تَب، جَا، لُو، یہ

دو حرفی کے بعد سہ حرفی مرکب کی تعلیم دی جاتی ہے اس طرح بڑے سے بڑے الفاظ سکھائے جاتے ہیں۔ یہ طریقہ لفظ سازی کا ترکیبی طریقہ ہے۔ جیسا کہ عمدہ قسم کے ترکیبی طریقوں کا اصول ہے اس طریقے میں بھی مشکلات میں بتدریج اضافہ کیا جاتا ہے۔ اس قسم کی اتنی مشق کرائی جاتی ہے کہ بچے عبارت دیکھتے ہی پڑھنے اور بچے کرنے لگیں۔ یہ طریقہ اتنا آسان ہے کہ معمولی دماغ کا مدرس بھی اس کے ذریعے تعلیم دینے لگتا ہے لیکن خراب مدرس

اس طریقے پر پڑھنا سکھائے تو بچوں پر بہت بار پڑتا ہے اور بعض اوقات تو طلبہ پڑھائی سے بیزار ہو جاتے ہیں۔ اس طریقے کا ایک فائدہ یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ پڑھنا اور سچے کرنا ایک ساتھ آ جاتا ہے لیکن یہ طریقہ قدرتی ترتیب کا عکس ہے۔ قدرتی طریقہ یہ ہے کہ پہلے پڑھنا آئے اور پڑھتے پڑھتے سچے کرنا آ جائے لیکن اس طریقے سے بچے کرتے کرتے پڑھنا آتا ہے۔ بظاہر یہ طریقہ اصول تعلیم کے مطابق نظر آتا ہے کیوں کہ ابتدا مفردات سے کی جاتی ہے لیکن یہ اصول پڑھنا سکھانے پر منطبق نہیں ہوتا۔ پڑھنا سیکھنے کا اصول وہی ہونا چاہیے جو بولنا سیکھنے کا ہوتا ہے۔ بات چیت کرنے میں بچہ پورا لفظ سیکھتا ہے۔ حروف سے ابتدا نہیں کرتا اس لیے تقاضائے فطرت یہ ہے کہ ابتدا الفاظ سے کی جائے۔ حروف بچوں کی نگاہ میں کوئی معنی نہیں رکھتے۔

ایک اہم اعتراض اس طریقے پر یہ ہے کہ بچوں کو حروف کے نام بتائے جاتے ہیں اور حروف کے نام سے ان کی آواز سمجھنے یا نکلانے میں کسی قسم کی مدد نہیں ملتی مثلاً حروف کے تلفظ کی طرف مطلق خیال نہیں جاتا۔ اسی طرح اگر بٹ کہیں تو بٹ کے بجائے بیٹے کا تلفظ زیادہ قریب قیاس معلوم ہوتا ہے۔ اردو زبان میں ایک دقت یہ بھی ہے کہ لفظوں پر اعراب یعنی زیر و برّ نہیں دیے جاتے لہذا بچوں کو بڑی حیرانی ہوتی ہے اور وہ یہ نہیں سمجھ سکتے کہ زیر کہاں پڑھیں؟ زیر اور پیش کس موقع پر پڑھیں؟ جن بچوں کی مادری زبان اردو ہے ان کو یہ دشواری کم پیش آتی ہے پھر بھی بعض صورتوں میں مشکل پیش آتی ہے مثلاً یہ ہو سکتا ہے کہ وہ حروف کو حرف یا حرف کو نہ پڑھے کیوں کہ حرف یا حرف سے اس کے کان آشنا نہیں مگر سن یا صرف یاد دل وغیرہ کے تلفظ میں ہر بچے کو بوکھلاہٹ ہوتی ہے۔ البتہ جب یہ الفاظ جملوں میں آتے ہیں اس وقت بہت کم بچے غلط تلفظ کرتے ہیں مثلاً تمہارا سن کیا ہے؟ یہ کون سا سن ہے؟ اس کے علاوہ جب وہ نئے الفاظ سے دوچار ہوتے ہیں اس وقت بھی صحیح تلفظ ادا کرنے میں دقت ہوتی ہے مثلاً ایک لڑکے نے جب قواعد کا آغاز کیا تو لفظ مونٹ کو مونٹ فتح اول پڑھنے لگا کیوں کہ اس لفظ سے وہ واقف نہ تھا۔ لیکن حروف کے نام سیکھنے کے باعث آج تک کسی بچے کو حقیقی دشواری پیش نہیں آئی اور آج تک کسی ایسے بچے کی مثال دستیاب نہیں ہوئی جس نے الف سین کا تلفظ الف سین کیا ہو بے نے کا تلفظ بیٹے کیا ہو۔

پس حقیقت میں ایسی صورت کبھی پیش نہیں آتی۔ دوسرے یہ کہ اس طریقے کو صوتی طریقہ ہونے کا دعویٰ نہیں۔ جب لفظوں کے سچے اور ان کی آوازیں ساتھ ساتھ نکالی جاتی ہیں تو مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ پڑھنے کے ساتھ ساتھ بچے بھی سیکھ لے جائیں۔

## 1.1.2 صوتی طریقہ

صوتی طریقے میں ابتدا حروف کی آواز سے کی جاتی ہے، نام پہلے نہیں سکھائے جاتے اس طریقے سے بچوں کو الگ الگ اجزاء کا تلفظ کرنا آ جاتا ہے یعنی پہلے بچے آواز کے اجزاء مشترک، پے درپے اور بہ ترتیب نکال کر پورے لفظ کی آواز نکال سکتے ہیں۔

ابجدی طریقے اور صوتی طریقے میں فرق یہ ہے کہ ابجدی طریقے میں حرف کے نام کو اس کی شکل کے ساتھ سکھایا جاتا ہے۔ صوتی طریقے میں حرف کی قوت یا آواز کو شکلوں سے مقرون جاتا ہے۔

اس لیے سب سے پہلا کام یہ ہے کہ حرف کی جو آوازیں ہیں وہ سکھائی جائیں اسکے بعد ان آوازوں کو ایک دوسرے سے ملا کر لفظوں کا تلفظ کرایا جائے۔ عمل کے دوران یہ کرنا ہوگا کہ لفظوں کی آواز کو اس کے اجزاء میں تحلیل کیا جائے پھر اس کے صوتی حصوں کو دوبارہ جوڑ کر مرکب آواز نکلوائی جائے۔ مثلاً لفظ ”ما“ تختہ تحریر پر لکھا جائے اور بچوں کو اس لفظ کا صاف اور واضح تلفظ کرنا سکھایا جائے۔ اس کے بعد ان سے کہا جائے کہ وہ ”ما“ کہیں لیکن اپنے ہونٹ بند رکھیں تاکہ الف کی آواز نہ نکلے۔ اس کے بعد بچوں کو بتانا چاہیے کہ ما کہتے وقت جو آواز پہلے نکالی گئی ہے وہ م کی آواز ہے اب بچوں سے کئی بار م کہلوایا جائے جتنی بار بچے م کہیں مدرس م کی شکل کی طرف اشارہ کرے۔ اس کے علاوہ بچوں سے میل، گرم، ستم، مکان، مقام کا تلفظ کرایا جائے پھر چند اور الفاظ کا بھی تلفظ کرایا جائے جن میں حرف م آتا ہے۔

آواز کی طرف بچوں کی توجہ دلانے کی ایک عام تدبیر یہ ہے کہ کسی جانور یا کسی چیز کی تصویر دکھائی جائے جس کے نام میں یہ آواز پائی جاتی ہے مثلاً مدرس بکری کا تلفظ کرے اور جب وہ پہلے حرف ب کا تلفظ کرے تو بچوں کو اظہار صوتی مثلاً ہونٹ کی حرکت کو غور سے دیکھنے کی ترغیب دے۔ اس کے بعد وہ ب کی آواز علیحدہ نکالے اور بچوں سے بھی نکلوائے۔ اس کے بعد وہ آواز ب کی تصویر یعنی حرف ب کی شکل دکھائے۔ بچوں کے ذہن میں آواز اور شکل دونوں کو مرسم کرنے کے لیے وہ بچوں سے صرف ب کی آواز بار بار نکلوائے، سبق کی عبارت کے ورق میں جہاں جہاں ب کی آواز ہے اسے بچوں سے تلاش کرائے، کاپی پر اس کی شکل کھنچوائے اور ریت پر انگلیوں سے بنوائے یا بچوں سے زمین پر یا لکڑی کے ٹکڑوں سے بنوائے۔ اس کے بعد اور الفاظ لے جن میں حرف ب آیا ہے اس آواز کو وہ خود بھی نکالے اور بچوں سے بھی نکلوائے۔ مشق اتنی کرائے کہ بچے آواز اور حرف کی شکل سے بخوبی واقف ہو جائیں۔ دوسرے حروف کی آواز بھی اسی طریقے سے سکھائی جائے۔

کی جائے لیکن تجزیے کے دوران حروف کے نام اور آواز دونوں کی واقفیت ضرور ہو جاتی ہے۔



## الف) اس طریقے کی خوبیاں اور خامیاں

- 1- یہ طریقہ عام مدارس کے لیے موزوں ہے اور اس سے جماعت واری تدریس کی ضرورتیں پوری ہوتی ہیں۔ معمولی سے معمولی قابلیت کا مدرس بھی اس سے کام لے سکتا ہے۔ نہ تو اس کے لیے کسی خصوصی تربیت کی ضرورت ہے اور نہ توجہ اور دلچسپی قائم رکھنے کے لیے مصنوعی ذرائع درکار ہیں کیوں کہ اس سے خود بخود توجہ اور دلچسپی محسوس ہوتی ہے اور بچے دل لگا کر پڑھتے ہیں۔
- 2- یہ طریقہ قانون تلازم مقارنت پر مبنی ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ جب بچے مدرسے میں داخل ہوتے ہیں اس وقت وہ معتد بہ ذخیرہ الفاظ کے مالک ہوتے ہیں وہ بہت سے الفاظ بولتے ہیں اور جب ان الفاظ کو دوسروں کی زبان سے سنتے ہیں تو ان کو سمجھ لیتے ہیں۔ اس کے علاوہ وہ ان اشیاء سے بھی واقف ہوتے ہیں جن پر یہ الفاظ دلالت کرتے ہیں۔ اس لیے جب وہ ان شکلوں کو تخیل تحریر یا ورق کتاب پر دیکھتے ہیں تو سابقہ ذہنی تصویروں میں اور ان شکلوں میں مطابقت یا مقارنت پیدا کر لیتے ہیں۔ اس طرح لفظوں کی بصری شبیہ بھی ذہن میں قائم ہو جاتی ہے اور وہ بہت جلد پڑھنا سیکھ لیتے ہیں۔ بار بار کی تکرار سے یہ الفاظ بخوبی ذہن نشین ہو جاتے ہیں۔
- 3- اس طریقے میں ایک خوبی یہ بھی ہے کہ پڑھنے اور سمجھنے کرنے کی دشواریاں الگ کر دی جاتی ہیں۔ اگرچہ اس سے سمجھنے کرنے کی مشق تو نہیں ہوتی لیکن صوتی اور ابجدی طریقوں سے کام لے کر سمجھ درست کیے جاسکتے ہیں۔ اس بیان سے ایک اور اعتراض پیدا ہوتا ہے اور وہ یہ کہ دیکھو اور بولو کا طریقہ نامکمل ہے مگر اس کی کوتاہیاں دوسرے طریقوں کی مدد سے بآسانی پوری ہو سکتی ہیں۔ بعض الفاظ کے سیکھنے کے لیے سوائے اس کے اور کوئی طریقہ نہیں مثلاً بے قاعدہ الفاظ کی تحصیل صرف دیکھو اور بولو کے طریقے ہی پر ہو سکتی ہے۔
- 4- اس طریقے پر ایک اعتراض اور وارد کیا گیا ہے کہ یہ چینی طریقہ ہے لیکن یہ صحیح نہیں کیوں کہ چینی تصویری علامتوں کا تجربہ ناممکن ہے اور ہماری زبان کے الفاظ کا تجربہ بآسانی کیا جاسکتا ہے۔
- 5- یہ خیال بھی غلط ہے کہ اس طریقے پر تعلیم ہو تو نئے الفاظ کے پڑھنے میں دقت ہوتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ابتداً اس طریقے میں ارکان کی طرف توجہ نہیں کی جاتی۔ اس پر بھی ضمناً ارکان کی آواز

پڑھنے کی تیاری کے لیے فن عبارت خوانی کی تعلیم دیتے ہیں۔

بچوں کے سامنے جملہ بصورت وحدت خیال کے پیش کیا جاتا ہے لیکن اس غرض کے لیے ہر جملہ مفید نہیں ہو سکتا۔ مدرس جن جملوں کو استعمال کرے وہ ایسے ہوں جن سے بچوں کی ضرورت پوری ہوتی ہو۔ جملہ دلچسپ ہو کیونکہ شوق بڑھانے کا باعث ہوتا ہے۔ دلچسپی کی شرط یہ ہے کہ جملہ قدرتی ہوں یعنی جیسے ایسے ہوں جیسا کہ بچے خود بناتے ہیں یا جیسا کہ وہ بولنا چاہتے ہیں۔

چونکہ جملوں کی شرط یہ ہے کہ قدرتی ہوں اس لیے لازم ہے کہ جملوں میں توازن ہو کیونکہ بول چال میر توازن ہونا قدرتی بات ہے۔ ان میں اتنا زور ہونا چاہیے جتنا زور کہ بچے ان جملوں میں بولتے وقت پیدا کریں گے جب وہ جملے پڑھے جائیں تو ان میں ترنم پیدا ہو اور بچے ان کو ترنم کے ساتھ پڑھیں، سلاست، روانی اور تغیر لحن کے ساتھ اوسط بچے جملوں کو از خود اس انداز سے پڑھ سکتے ہیں۔

چونکہ یہ ضروری ہے کہ جملے بچوں کی ذہنی سطح کے مطابق ہوں۔ اس لیے ہر جملے میں ایک خیالی تصویر ہونی چاہیے کیونکہ 5،6 سال کے بچوں کے خیالات بالخصوص تصویروں پر مشتمل ہوتے ہیں۔ ناممکن ہے کہ بچے کا ذہن کوئی مرقع کھینچے تا وقتیکہ اس کی دلچسپیوں کو تحریک نہ ہو کیونکہ احساس اور تصور میں زبردست تعلق ہوتا ہے۔ اس تحریک کے بغیر اگر کوئی مرقع کھینچے تو وہ اتنا واضح نہ ہوگا جو ذہنی مرقع اس گول ڈھول میں پول ہے سے قائم ہوتا ہے وہ اتنا واضح نہیں ہو سکتا جتنا کہ وہ مرقع جو اس جملے سے قائم ہوا ”چھوٹی سی بلی جس کے بچے نچل کی طرح نرم ہیں“ یا

چھوٹی سی بلی کو میں کرتا ہوں پیار

صاف ہے ستھری ہے بڑی ہی کھلاڑ

جملوں میں جو الفاظ ہوں وہ بچوں کے لغات سے لیے جائیں اور اگر ان جملوں میں وہ لفظ بھی شامل کر لیے جائیں جو اس نے حال ہی میں سیکھے ہیں لیکن ابھی ان کو استعمال نہیں کیا تو اس کی ذہنی قابلیت بڑھانے کے لیے بہت سودمند ہوگا۔ بڑے اور مشکل لفظوں سے احتراز کرنے کی ضرورت نہیں، بشرطیکہ بچہ ان لفظوں کے معنی جانتا اور ان کا تلفظ کر سکتا ہو بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اگر کسی جملے میں بڑے چھوٹے الفاظ ملے جملے ہوں تو وہ جملہ بچے بڑی آسانی کے ساتھ یاد رکھ سکتے ہیں اس کے برعکس جن جملوں میں فقط چھوٹے چھوٹے لفظ ہوتے ہیں ان کو یاد رکھنا بچوں کے لیے بے حد مشکل ہوتا ہے۔

جملوں کے حاصل کرنے کا خاص منبع بچوں کی بول چال ہے۔ چونکہ نظم کا یاد رکھنا آسان ہوتا ہے۔ اس لیے

بچوں کے گیت سے ایسے جملے منتخب کیے جائیں جن میں موزوں اور دلکش الفاظ موجود ہوں لیکن محض نظم پر اکتفا نہیں کرنا چاہیے کیونکہ بچوں کو جتنے الفاظ معلوم ہوتے ہیں وہ سب نظم ہی تک محدود نہیں ہوتے۔ بلکہ نثر میں بھی آتے ہیں۔ اس لیے نثر کے مضامین سے بھی جملے لینے چاہئیں مگر بالخصوص وہ جملے لیے جائیں جو بچے بول چال میں استعمال کرتے ہیں۔

اگر جملہ داری پڑھائی کے دوران مدرس تصور کو مطبوعہ الفاظ پر منطبق کرے تو چھوٹے بچوں کو دقت پیش آئے گی کیونکہ ہماری تحریر کا نظام نہایت درجہ مصنوعی ہے۔ تحریر اور ذہنی مواد کے درمیان جو جملہ داری طریقے میں استعمال کیا جاتا ہے، بہت فرق ہوتا ہے۔ اس فاصلے کو پر کرنے کے لیے ایک درمیانی واسطہ درکار ہوتا ہے جس سے مناسب مرقع کھینچ جائے۔ اس قسم کا مرقع ظاہری علامت یعنی تصویر میں دستیاب ہوتا ہے جس کے معنی اس کی صورت میں لکھے ہوئے ہیں۔ جملہ کو اس علامت سے مربوط کرنے کے لیے اس کو اسی کارڈ پر لکھتے ہیں جس پر تصویر بنی ہوئی ہے۔ مدرس زبانی تصویر اور جملے کے ایک ہی معنی بتاتا ہے۔ پس تصویر سے ارتباط کرنے کی وجہ سے جملے اور اس کے معنی مروجہ مطبوعہ علامت سے منطبق ہو جاتے ہیں۔ یہ تلازمہ جب قائم ہو جاتا ہے تو درمیانی علامت ترک کر دی جاتی ہے۔

تصویر جب ہٹا دی جاتی ہے تو بچے کی نظروں میں مطبوعہ جملے کے وہی معنی ہوتے ہیں جو تصویر کے معنی تھے۔ وہ اس معنی کو ان زبانی لفظوں میں ظاہر کرے گا جو اس کو بتائے گئے ہیں۔ جملے کی مجموعی صورت دیکھ کر وہ مطبوعہ جملے کو پہچان سکے گا اور وہ اس کے معنی اور ملفوظہ الفاظ دونوں کو مختصر کر لے گا۔ اس پورے عمل کے دوران اہمیت معنی کو دی گئی ہے مطبوعہ جملے کی بصری صورت کو اور ملفوظہ الفاظ کی آواز کو کوئی اہمیت حاصل نہیں ہوئی۔ جو فنی مہارت حاصل ہوئی ہے وہ سب اس وجہ سے کہ وہ ایک غرض کا ذریعہ ہے اور اس کے حصول میں غالباً کسی قسم کی ارادی سعی کو دخل نہیں تھا۔ اس آغاز سے عبارت خوانی کے پورے فن کو بتدریج ترقی دینی چاہیے۔ جیسے جیسے وقت گزرتا جاتا ہے ویسے ویسے بہت سے کارڈ جمع ہو جاتے ہیں۔ ان میں دونوں قسم کے جملے ہوتے ہیں اور انہی کارڈوں کو ابتدائی عبارت خوانی کی کتاب بنانا چاہیے۔ ان کو بچے انفرادی طور سے پڑھیں، خاموشی کے ساتھ بھی اور بلند آواز سے بھی۔ ان کارڈوں کو کمرے میں دیواروں پر بھی لٹکا دینا چاہیے تاکہ انہیں دیکھ کر بچے نئے جملوں کو پڑھ سکیں۔

#### 1.2.4 قصہ گوئی کا طریقہ

یہ طریقہ بدرجہ اولیٰ تخلیقی طریقہ ہے۔ اس میں جملے کے طریقے کو ایک قدم آگے بڑھایا جاتا ہے اور پڑھنا سکھانے کے لیے جملوں کی بجائے قصے سے ابتداء کی جاتی ہے۔ بچوں کو قصہ سنانے کا مقصد یہ ہے کہ ان کو پڑھنے کے

کام لے لچکی ہو جائے اور وہ یہ سمجھنے لگیں کہ پڑھنا مفید عمل ہے۔ چنانچہ مس میرین اسٹولس قصہ سنانے کی حمایت میں کھڑی ہوئیں۔

”کیا اس طریقے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ پڑھنے کی تعلیم معکوس طریقے سے دی جاتی ہے اور قصوں اور گیتوں سے شروع کر کے ان کو جملوں لفظوں اور بالآخر حرفوں میں تحلیل کیا جاتا ہے۔ ہاں ہم یہی کرتے ہیں اور جان بوجھ کر کرتے ہیں کیوں کہ ہم جانتے ہیں کہ بچے کو دلچسپی نہ ہو اس وقت تک وہ جی لگا کر پڑھ نہیں سکتا۔ اس لیے ہم پہلے اس کے کھیل کود اور قصے کہانیوں کے شوق کو ابھارتے ہیں اور اسی بنیاد پر دوسری دلچسپیوں کی عمارت کھڑی کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ وہ تصویریں الفاظ جن پر وہ حیرت و استعجاب سے ٹکٹی باندھ کر دیکھتا رہا ہے اسکے لیے سم بن جاتے ہیں جن کی مدد سے بہت سے نئے نئے اور عجیب و غریب دروازے کھل جاتے ہیں۔“

قصہ سنانے وقت مدرس تحتہ تحریر پر لکھے ہوئے قصے کے الفاظ پر انگلیاں پھیرتا جاتا ہے اور کئی بار یہی عمل دہراتا ہے۔ یہاں تک کہ بچے قصے کے الفاظ اور تحریر میں ربط پیدا کر لیتے ہیں اور آسانی کے ساتھ قصہ دہرا سکتے ہیں۔ قصہ دہراتے وقت اپنی انگلیاں لفظوں پر رواں رکھتے اور آوازوں سے مطابقت کرتے جاتے ہیں۔ جب کئی بار یہ عمل کر لیتے ہیں تب ایک ایک جملہ لے کر جملہ داری طریقے سے جملے کی عبارت اور معنی میں مطابقت پیدا کرائی جاتی ہے اور آخر میں لفظوں کی اور سب سے آخر میں حرفوں کی شناخت کرائی جاتی ہے۔

### 1.3 مخلوط یا مرکب طریقے

وہ طریقے ہیں جو مذکورہ بالا قسموں کے طریقوں کی مفید باتیں لے کر ملا دیتے ہیں اور جہاں تک ہو سکتا ہے ان کے نقصان سے بچے رہتے ہیں۔ اس قسم میں مرکب یا لفظ سازی کا طریقہ اور ممبر سونن شائن اور میکمل جان کا انگریزی طریقہ داخل ہے۔

ظاہر ہے ان تمام طریقوں کا مدعا یہ ہے کہ بچوں کی ابتدائی دشواریاں دور کر دی جائیں۔ سمجھدار مدارس کے ہاتھ میں کوئی سا بھی طریقہ کار دے سکتا ہے۔ ان طریقوں کے اچھے یا برے ہونے کا معیار یہ نہیں کہ بچوں کو پڑھنا کتنی جلدی اور آسانی کے ساتھ آ جاتا ہے بلکہ یہ ہے کہ وہ نئے الفاظ پڑھنے کی کتنی قابلیت پیدا کرتے ہیں۔ ان طریقوں کی کامیابی کا انحصار زیادہ تر مدرس کی قابلیت پر ہے۔ ان سے بچوں کو اس حد تک فائدہ پہنچ سکتا ہے جس حد تک بچوں میں

مشاہدے کی قوت پیدا کی جاسکتی ہے۔ بچوں میں دلچسپی بیدار ہو سکتی ہے اور جماعت کے بچے جس حد تک متوجہ رکھے جاسکتے ہیں اس کا انحصار عمدہ نمونے کی عبارت خوانی پر بھی ہے اور مشق پر بھی۔ اس کے علاوہ غلطیوں کی تصحیح اور عمدہ ڈسپلن پر بھی منحصر ہے۔

اب تک آپ نے جن طریقوں کے بارے میں پڑھا ہے وہ گنتی کے چند طریقے ہیں لیکن طریقے دو چار پانچ دس نہیں بلکہ دراصل طریقے تعداد میں اتنے ہی ہیں جتنے کہ مدرس اور بچے ہوتے ہیں۔ ایک مدرس ایک طریقے سے خاطر خواہ تعلیم دے سکتا ہے تو دوسرا مدرس دوسرے طریقے سے۔ ایک طریقہ ایک خاص قسم کے بچوں کے لیے مفید ہو سکتا ہے تو دوسری قسم کے بچوں کے لیے دوسرا طریقہ مناسب ہوتا ہے۔ ہر طریقہ حسن و خوبی کے ساتھ عیب و نقص بھی رکھتا ہے۔ یہ ناممکن ہے کہ ابتدا سے انتہا تک ایک ہی طریقے سے پڑھنے کی تعلیم دی جائے۔ سمجھ دار مدرسین نہ ہر طریقے کی اچھی اچھی باتیں لے کر مخلوط مرکب طریقے اختیار کیے ہیں جو عملاً بہت مفید ثابت ہوئے ہیں۔ چونکہ ان طریقوں میں ہر طریقے کی خوبیاں رکھی گئی ہیں اور ان کے نقائص کو ترک کر دیا گیا ہے اس لیے یہ طریقے بہت مفید ثابت ہوئے ہیں اور اسی بنا پر ان کو انتخابی طریقے بھی کہتے ہیں۔

ان طریقوں کی دوسری خوبی یہ ہے کہ ان میں لچک ہوتی ہے۔ مدرس کو جب ضرورت ہوتی ہے وہ دوسرے طریقے سے کام لیتا ہے۔ اکثر مدرسین قصداً یا بلا قصد اس قسم کا کوئی نہ کوئی طریقہ اختیار کر لیتے ہیں۔ ذیل میں ہم چند صورتیں پیش کرتے ہیں جن کو بعض ممتاز مدرسین نے اختیار کر کے خاطر خواہ نتائج حاصل کیے ہیں۔ یہ طریقے لگے بندھے نہیں بلکہ ان کے تعین میں مدرس کی شخصیت کو ہمیشہ دخل رہا ہے۔

ان طریقوں کی ایک عام صورت یہ ہوتی ہے:

1- حروف تہجی ابجدی طریقے سے سکھائے جائیں مگر ان خوش گوار طریقوں سے کام لیا جائے جو آج کل مروج ہیں۔

2- آسان الفاظ دیکھو اور بولو کے طریقے پر سکھائے جائیں۔

3- حروف صبح کی آوازیں تحلیل الصوتی طریقے سے سکھائی جائیں۔

4- دیکھو اور بولو کے طریقے پر اسباق کا سلسلہ جاری ہے لیکن کبھی کبھی لفظ سازی کا طریقہ کام میں لایا جائے جیسا کہ صوتی طریقے میں کیا جاتا ہے۔

5- خاص خاص مشکل الفاظ تختہ تحریر پر لکھے جائیں، ان کا فی طریقے سے ان کی تحلیل کرائی جائے اور

- ابجدی طریقے سے ان کے بچے کرائے جائیں۔
- 6- مدرس کے نمونے کے مطابق دیکھو اور بولو کے طریقے پر اجتماعی عبارت خوانی کرائی جائے۔
- 7- انفرادی عبارت خوانی کی خوب مشق کرائی جائے۔ اس کام کے لیے جو طریقہ مناسب ہو وہ اختیار کیا جائے۔

#### 1.4 اہم نکات

- 1- ترکیبی طریقوں میں بچے اور پڑھنا ساتھ ساتھ سکھایا جاتا ہے۔
- 2- تحلیلی طریقے میں پہلے عبارت پڑھائی جاتی ہے۔
- 3- مخلوط طریقے مذکورہ بالا دونوں طریقوں کا مجموعہ ہے۔
- 4- روایتی تدریسی طریقے میں ابجدی طریقہ بنیادی اور قدیم ہے جس میں حروف تہجی سے پڑھنا سکھایا جاتا ہے۔
- 5- صوتی طریقے میں ابتدا حروف کی آواز سے کی جاتی ہے۔ نام پہلے نہیں سکھائے جاتے۔ میڈم ماننے سوری بھی اس طریقے کی حامی تھیں۔
- 6- صوتیاتی طریقہ حقیقت میں صوتی طریقے کی بدلی ہوئی شکل ہے۔ حروف تہجی کی بے قاعدگیوں سے عہدہ برآ ہونے کی غرض سے صوتیاتی رسم الخط ایجاد کیا گیا ہے اور ہر حرف کی صرف ایک آواز رکھی گئی ہے۔
- 7- دیکھو اور بولو کا طریقہ لفظی طریقہ کہلاتا ہے یعنی بچے کے بغیر پڑھنے کا طریقہ جس میں بچے کو کوئی لفظ دکھایا جاتا ہے اور پورا لفظ کہلوایا جاتا ہے۔
- 8- ارکانی طریقہ دیکھو اور بولو طریقے کی ایک صورت ہے۔ اصول فی الجملہ وہی ہے کیونکہ یک رکنی الفاظ اب پورے سیکھے جاتے ہیں لیکن ایک سے زائد رکن کے الفاظ ہوں تو طریقہ بدل جاتا ہے۔
- 9- جملے کے طریقے کی ابتدا جملوں سے کی جاتی ہے۔ پھر جب کئی جملے پڑھنے کے قابل ہو جاتا ہے تب اس کو لفظ سکھائے جاتے ہیں۔
- 10- قصہ گوئی کے طریقے میں پڑھنا سکھانے کے لئے جملوں کی بجائے قصے سے ابتدا کی جاتی ہے۔

## خود آزمائی نمبر 1

- سوال نمبر 1 مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات لکھیں۔
- (1) کس طریقے میں سچے اور پڑھنا ساتھ ساتھ سکھایا جاتا ہے؟
  - (2) کیا تخلیقی طریقے میں عبارت پہلے پڑھائی جاتی ہے؟
  - (3) تخلیقی اور ترکیبی طریقے کو ملا کر کیا کہا جاتا ہے؟
  - (4) پستالوزی نے کس طریقے کو ترقی دی؟
  - (5) میڈم مانے سوری کس طریقے کی حامی تھی۔
- سوال نمبر 2۔ مندرجہ ذیل پر مختصر نوٹ لکھیں۔
- (i) صوتیاتی طریقہ۔ (ii) ارکانی طریقہ۔

## 2۔ جدید اصول تدریس

جدید تدریسی طریقوں میں حل مسائل کا طریقہ، منصوبہ کاری کا طریقہ، تدریسی وحدت بنانے کا طریقہ، ایک سے زیادہ اساتذہ کی ٹیم کے ذریعے تدریس کا طریقہ، انکشاف اور دریافت کے ذریعے جاننے کا طریقہ، تجربہ گاہ یا معامل کا طریقہ، مظاہراتی طریقہ اور متعدد دوسرے طریقے استعمال میں ہیں جن میں سے اکثر سائنسی اور سماجی علوم میں کامیابی سے استعمال کیے جا رہے ہیں۔ چنانچہ ان میں سے بعض طریقوں کو آج تدریس زبان میں استعمال کرنے کی طرف توجہ دی جا رہی ہے۔ مسئلہ منصوبہ وحدتی اور گروہی تدریس کے طریقوں کی مندرجہ ذیل سطور میں تفصیل پیش کی جا رہی ہے۔

### 2.1 مسئلہ طریق تدریس

اس طریقے کا صحیح نام ”حل مسائل“ کا طریقہ ہونا چاہیے کیونکہ اس میں مسائل کے حل کی طرف توجہ دی جاتی ہے۔ سائنسی مضامین میں اسے کامیابی سے استعمال کیا جا رہا ہے۔ تاہم قواعد اور زبان کے امور میں بھی اسے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ عام روزمرہ اسباق کو بھی اس طریقے سے مربوط کیا جاسکتا ہے۔ اس میں بنیادی اصول یہ ہے کہ تعلیم کو زندگی کے مسائل سے منسلک کر کے آگے بڑھایا جائے۔ اس طریق تعلیم کی بدولت طلبہ جو ذہنی اہلیت اور معلومات

حاصل کرتے ہیں وہ بہت دیر پا ثابت ہوتی ہے۔

### 2.1.1 مسئلہ کی طریق کے فوائد

- (1) اپنے طور پر مطالعہ کرنے کی عادت۔
- (2) مطالعہ سے جمع کردہ مواد کو معقول شکل میں مرتب کرنے کا سلیقہ
- (3) ہر قسم کی جانبداری سے بلند ہو کر حقائق تلاش کرنے کا جذبہ۔
- (4) کافی شہادت کے بغیر کسی چیز کو درست یا غلط قرار نہ دینے کی عادت۔
- (5) گہری اور بے لاگ نگاہ۔

### 2.1.2 مسئلے کی خصوصیات

- (1) مسئلہ بالکل صاف ہو۔ اس طرح سے بیان کیا جائے کہ سمجھنے میں مشکل پیش نہ آئے۔
- (2) مسئلہ چھوٹا سا ہو یعنی مسئلہ مختصر ہو اور اس کا کسی دوسرے مسائل سے واسطہ نہ پڑتا ہو۔
- (3) مسئلہ واضح ہونا چاہیے مسئلہ جس مشکل کی نشان دہی کرے اس کی حدیں واضح طور پر بیان کر دے۔
- (4) مسئلہ عملی ہو تاکہ اسے سننے والا ذاتی حوالے سے اس مسئلے کو اہمیت دے سکے۔
- (5) مسئلہ دلچسپ ہو کہ اپنے اندر اتنی کشش رکھتا ہو کہ سننے والے کے جذبہ تحقیق کو ابھارے۔
- (6) مسئلہ فکر انگیز ہو جسے سن کر سننے والے سوچنے پر مجبور ہو جائیں۔
- (7) مسئلہ جامع قسم کا ہو کہ اسے حل کرنے کے سلسلے میں قوت فکر کے علاوہ قوت بیان و تحریر سے بھی کام لینا پڑے۔
- (8) مسئلہ موزوں ہو یعنی مسئلہ طلبہ کے علم اور تجربے کے حسب حال ہو۔
- (9) مسئلہ افادیت رکھتا ہو تاکہ مسئلے کا حل طلبہ کے علم میں نہ صرف اضافہ کرے بلکہ انہیں آئندہ زندگی میں بھی کام دے۔

### 2.1.3 طریق کار

اس طریقہ کار میں ضروری ہے کہ اردو کے نصاب کو زندگی کے ایسے مسائل سے مربوط کر کے پیش کیا جائے



جو طلبہ کے جذبہ جستجو کو ابھارے۔ طلبہ کو اگر صرف معلومات رٹا دی جائیں تو اس سے ان میں تحقیق و تلاش کا عنصر کم ہو جاتا ہے اور ان کی قوتیں دب جاتی ہیں۔ اس کے برعکس اگر ان کے سامنے زندگی کے وہ مسائل پیش کیے جائیں جو انہیں حقیقت میں پیش آئیں گے تو وہ اس کے حل کی تلاش میں نکل کھڑے ہوں گے اور ان کی ذہنی قوتیں بیدار ہو جائیں گی۔ یہ طریقہ کار تیسری سے اوپر کی جماعتوں کے لیے مفید ہوتا ہے۔

اس میں سب سے پہلی بات یہ سامنے آتی ہے کہ مسئلہ کیا ہونا چاہیے؟ ایسا نہ ہو کہ مسئلہ بہت بڑا اور پیچیدہ ہو اور جس سطح پر تدریس کا اہتمام کیا جائے اس سطح کے طلبہ کے لیے بہت مشکل ہو جائے۔

مسائل حل کرنے کے دو طریقے ہو سکتے ہیں۔

الف) ساری جماعت مل کر مسئلے کو حل کرے۔

ب) ہر طالب علم کسی مسئلے کا حل اپنی انفرادی کوششوں سے تلاش کرے۔

ان طریقوں میں ضروری ہے کہ مسئلے کے حل کے ممکنہ امکانات اور وسائل کا ذکر تفصیل کے ساتھ جماعت میں کیا جائے۔ اس موقع پر استاد کو پوری ذہانت سے طلبہ کو باور کرانا ہوگا کہ ان کا مسئلہ دو چیزوں سے بنتا ہے

(i) کسی مشکل کا احساس۔

(ii) حل تلاش کرنے کا احساس۔

چنانچہ استاد طلبہ کی رہنمائی کرتے ہوئے انہیں بتائے گا کہ وہ مسئلے کو کس طرح سے محسوس کریں اور اس کے حل کون کون سے طریقوں سے تلاش کیے جاسکتے ہیں۔ اصل مقصود یہ ہے کہ طلبہ مطالعہ کرنے اور زیر مطالعہ باتوں پر غور و فکر کرنے کے عادی ہو جائیں۔ اس موقع پر استاد کو تدریس اور تفکر کی اعلیٰ صلاحیتوں کا مظاہرہ کرنا ہوگا۔ جو استاد اس بلند ذہنی وصف کا مالک ہو وہ ہآسانی اپنے طلبہ کو غور و فکر کی راہوں پر ڈال سکتا ہے۔ عام طور پر اس مقصد کے لیے حسب ذیل طریق مناسب ہوتا ہے۔

الف) مسائل کی طرف توجہ دلانا

سب سے پہلے مرحلہ یہ ہے کہ استاد طلبہ کو مسائل کی طرف لائے مثلاً کسی نظم کی تشریح ایک بہت بڑا مسئلہ ہے۔ جیسے نظم ”پہاڑ اور گلہری“ میں پہاڑوں کی بلندیاں اور گلہری کے بارے میں معلومات درکار ہیں صرف اسی صورت میں بچے اس نظم کی تشریح جان سکتے ہیں۔ اس میں کئی اور چیزیں مثلاً محاورے ”پانی میں ڈوب مرنا“ وغیرہ کے معنی تلاش کرنا ہیں۔ چنانچہ طلبہ کو یہ بتایا جاسکتا ہے کہ جب تک ہم ان امور کے بارے میں معلوم نہیں کر لیتے ہم

آگے نہیں بڑھ سکتے۔ وہ انہیں اس ضرورت کا احساس لائے کہ ان کے معنی تلاش کرنا ہی ان کا بنیادی مسئلہ ہے۔  
 اگر طلبہ پہلے سے کسی نئے مسئلے کے بارے میں بہت کم جانتے ہیں تو استاد کے لیے ضروری ہو جاتا ہے کہ وہ  
 بحث، مباحثے، بات چیت، سوال جواب کے ذریعے بچوں کو پس منظر سے متعلق وہ معلومات مہیا کرے جو نئے مسئلے کے  
 فہم میں بنیاد کا درجہ رکھتی ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ اس کام کے لیے استاد کو کئی سبق دینے پڑیں۔

#### (ب) مسئلے کی حدود مقرر کرنا

استاد طلبہ کو یہ بتائے گا کہ مسئلے کے کون کون سے پہلو ہیں۔ مثلاً لغات میں معانی دیکھنا، محاورات کے معانی  
 تلاش کرنا، اشیاء کے بارے میں معلومات حاصل کرنا وغیرہ۔

#### (ج) ضروری امداد کی فراہمی اور ترتیب

طلبہ مطلوبہ مواد کو مختلف ذرائع سے حاصل کر کے انہیں جمع کرنے کے بعد انہیں ترتیب دیں گے۔ طلبہ کو  
 کتابوں اور رسالوں تک پہنچانا استاد کی ذمہ داری ہے۔ شروع میں بچوں کے لیے یہ کام مشکل لیکن دلچسپ ہو گا یہی  
 صورت جمع کردہ معلومات کی ہے۔ بچے معلومات کو بے ربط اور بے ترتیب جمع کریں گے۔ انہیں حسب ضرورت  
 مرتب کرانے کا کام استاد کا ہے وہ طلبہ کی بار بار رہنمائی کرے گا۔

#### (د) نتائج اخذ کرنا

جمع شدہ معلومات سے بچے نتائج حاصل کریں گے۔ محبت اور شفقت کے ساتھ بچوں سے ان کے نتائج  
 پوچھے جاسکتے ہیں۔ بچے مختلف جوابات دیں گے جن میں سے کچھ غلط بھی ہوں گے لیکن ان کی غلطی کو رد کرنے کی  
 بجائے جوابات کا رخ صحیح سمت موڑنے کی ضرورت ہوگی۔

#### (ر) حل کی جانچ

آخری مرحلہ نتائج کی پرکھ کا ہے۔ اس کی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ مثلاً الفاظ کے اطلاق سے ان کے معانی  
 کی صحت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ وغیرہ

### 2.2 منصوبی طریق تدریس

جان ڈیوی نے کہا ہے کہ جو تعلیم زندگی سے تعلق توڑ لے اور وہ نہ صرف کامیاب انسان پیدا کرنے میں

تاکام رہتی ہے بلکہ خود طلبہ کے لیے بھی پیچیدگی اور بد مزہ بن کر رہ جاتی ہے۔ چنانچہ خشک کتابیں رٹوانے کی بجائے تعلیم کو زندہ مسائل سے ہم آہنگ کر کے اس کے طریق کار کو بہتر بنانا چاہیے۔ اس کے لیے ایک طریق تدریس ”حل مسائل“ سے متعلق ہے تو اسی کو ذرا بہتر انداز سے ایک منصوبے کی صورت دی گئی ہے۔

”منصوبہ ایک بامعنی عملی سرگرمی کا نام ہے جو کسی مسئلے کی پیداوار ہو، طلبہ کے ہاتھوں قدرتی ماحول میں انجام پائے اور اس کی تکمیل کے لیے ساز و سامان کی ضرورت لاحق ہو“

- اگر ہم منصوبی طریق تدریس کی تعریف پر غور کریں تو مندرجہ ذیل امور نظر آتے ہیں۔
- (الف) ہر منصوبہ کسی حقیقی مسئلے کی پیداوار ہوتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ طلبہ کو پہلے کسی ضرورت یا دشواری کا احساس ہو پھر وہ اس دشواری پر قابو پانے کی عملی تدابیر سوچیں اور اس کے لیے عملی منصوبہ بنائیں۔
- (ب) منصوبہ ایسا ہو جو لگاتار مطالعے اور مسلسل سرگرمی کا مطالبہ کرے۔
- (ج) مسئلے کا عملی حل تلاش کرنے کے لیے جو سرگرمیاں نظر آئیں طلبہ خود ان کی منصوبہ بندی کریں اور خود ہی انہیں انجام دیں۔
- (د) مسئلے کا حل نظری کی بجائے عملی قسم کا ہو۔

### 2.2.1 منصوبوں کی قسمیں

منصوبے دو طرح کے ہوتے ہیں۔

(الف) انفرادی

(ب) گروہی

انفرادی منصوبہ وہ ہے جس میں ایک طالب علم ایک منصوبہ مکمل کرے۔ گروہی منصوبے میں بہت سے طلبہ مل کر کسی ایک منصوبے کو مکمل کرتے ہیں۔ اس میں تقسیم کار کر دی جاتی ہے۔ مثلاً شاعر کا تذکرہ مکمل کرنا ہے اس میں ایک گروہ ایک شاعر کے بارے میں معلومات فراہم کرے دوسرا دوسرے شاعر کے بارے میں معلومات جمع کرے۔

### 2.2.2 طریق کار

منصوبی طریق کار چار سطحوں یا اقدامات پر مشتمل ہوتا ہے جو حسب ذیل ہے۔

- (الف) مقصد طے کرنا۔  
 (ب) تفصیلی خاکہ بنانا۔  
 (ج) عملی شکل دینا۔  
 (د) نتائج کا جائزہ لینا۔

#### (الف) مقصد طے کرنا

اس طریق کار کا تقاضا ہے کہ طلبہ کسی ایسے کام کو ہاتھ میں لیں جسے وہ اپنے لیے مفید اور موزوں خیال کرتے ہوں۔ اس کام کے ضمن میں وہ جو مفید معلومات حاصل کرتے ہیں اور جن مہارتوں کو پروان چڑھاتے ہیں وہ پائیدار ثابت ہوں۔ اس قسم کا کام ان کا اپنا کام بن جاتا ہے۔ چنانچہ یہ ذمہ داری استاد پر آن پڑتی ہے کہ بچے کسی ایسے منصوبے میں ہاتھ ڈالیں جو تعلیمی قدر و قیمت بھی رکھتا ہو۔ یہ مقصد حاصل کرنے کے لیے استاد کا علم، تجربہ اور شخصیت کا تاثر نہایت اہم ہے۔

#### (ب) تفصیلی خاکہ بنانا

اس مرحلے پر ضروری ہے کہ منصوبے کو عملی شکل دینے کی تدبیریں سوچی جائیں اور ان تدبیروں کو ایک جامع خاکے کی شکل دی جائے۔ کام کا یہ مرحلہ بڑا اہم ہے۔ کسی مقصد کو سامنے رکھ کر اسے حاصل کرنے کی عملی راہیں تلاش کرنا اور ان راہوں کو باہم ایک دوسرے سے اس طرح جوڑنا کہ آخری منزل قریب سے قریب تر آجائے۔ گہرے غور و فکر کا مطالبہ کرتا ہے۔

طلبہ جب کسی منصوبے کو ہاتھ میں لیتے ہیں تو اسے عملی شکل دینے کی دھن سوار ہو جاتی ہے۔ چنانچہ اس دھن میں وہ چھوٹی چھوٹی تفصیلات کو چھوڑ جاتے ہیں۔ وہ ایک دم کام مکمل کرنے کے لیے بے تاب ہو جاتے ہیں۔ انہیں منصوبہ بندی کی تربیت دینا استاد کا کام ہے۔ استاد کو چاہیے کہ بحث و تحقیق اور موزوں سوالات کی مدد سے وہ بچوں کی ان دشواریوں کی طرف توجہ دلائے جو پیش آنے والی ہیں۔ اس سے طلبہ اس بات پر مجبور ہو جائیں گے کہ ان دشواریوں پر قابو پانے کی راہیں سوچیں۔

یہ قدرتی بات ہے کہ منصوبے کی تفصیلات کرتے ہوئے بچے کچھ غلطیاں بھی کریں گے۔ استاد کو چاہیے کہ چھوٹی چھوٹی غلطیوں کو نظر انداز کر دے۔ منصوبے کے پورا ہو جانے کے بعد بچوں کو ان غلطیوں کا احساس خود بخود ہو جائے گا

اور وہ آئندہ ان سے بچیں گے۔ تاہم اگر منصوبہ بندی میں کوئی غلطی پکڑ لے تو اس سے خبردار کرنا ضروری ہے۔

### (ج) عملی شکل دینا

اس سلسلے میں دو احتیاطوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ پہلی یہ کہ طلبہ کام میں اس حد تک نہ کھو جائیں کہ منصوبے کے مقاصد ان کی نگاہ سے اوجھل ہو جائیں۔ استاد کا فرض ہے کہ موزوں اشاروں کی مدد سے منصوبے کے مقاصد کی یاد دہانی کراتا رہے اور یہ احساس دلاتا رہے کہ طلبہ ان مقاصد سے کتنے فاصلے پر پہنچ گئے ہیں۔ ہر مرحلے پر منصوبے کی تفصیل کا خیال رکھا جائے نیز ہر تفصیل شق کو عملی شکل دینے کے بعد اس امر کا تنقیدی جائزہ لیا جائے کہ اس عملی کام نے منزل کو قریب لانے میں کیا خدمت انجام دی ہے۔

اس مرحلے پر استاد کی ایک ذمہ داری یہ بھی ہے کہ ہر قسم کا ضروری ساز و سامان ضرورت سے پہلے مہیا کرے تا کہ طلبہ کا قیمتی وقت ضائع نہ ہونے پائے۔ چنانچہ استاد کو جس چیز سے خاص طور پر بچنے کی ضرورت ہے وہ ہے بچوں کے کام میں مداخلت۔ یہ قدرتی بات ہے کہ بچے بیشتر کام آہستہ اور بھدے انداز میں کریں گے۔ ہر نیا سیکھنے والا نئے کام کو عموماً ایسے ہی انداز میں کرتا ہے۔ مہارت صرف مشق ہی سے عمل میں آتی ہے۔ اچھا استاد وہ ہے جو اس نفسیاتی حقیقت کو سمجھتا ہے اور بچوں کو برے بھلے پر خود کام کرنے دیتا ہے۔ اس کا ماہر اور تجربہ کار نگاہ بچوں کا کام کیسا ہی بھدا نظر آئے وہ تعریفی لفظوں سے ان کی حوصلہ افزائی کرتا رہتا ہے۔ تاہم بچے کی تھوڑی بہت مدد ضرور کرتے رہنا چاہیے۔

### (د) نتائج کا جائزہ

اس مرحلے پر اگر تیار کیے گئے منصوبے میں کوئی کمی یا کوتاہی نظر آئے تو یہ معلوم کر لیا جائے کہ منصوبہ بندی میں کیا غلطی ہو گئی جس کے سبب یہ کمی پیدا ہوئی ہے۔ چنانچہ آئندہ اس سے بچت اور احتراز کیا جاسکتا ہے۔ جائزہ لینے کا کام زیادہ تر طلبہ انجام دیں۔ استاد صرف انہیں تنقیدی معیار سے آگاہ کرے۔ طلبہ کو ہر قدم فعال رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

### 2.2.3 عملی مشکلات

- (1) موزوں قسم کے منصوبے آسانی سے ہاتھ نہیں لگتے۔
- (2) منصوبے کی سرگرمیوں کے دوران نظم و ضبط برقرار رکھنا مشکل ہوتا ہے۔

(3) مقررہ نصاب کا تسلسل باقی نہیں رہتا۔

(4) مدرسے کے نظام الاوقات کی پابندی قائم نہیں رہتی۔

### 2.3 تدریسی وحدت

مسئلی اور منصوبی طریقوں پر صحیح طرح سے عمل پیرا ہونے کے لیے ضروری ہے کہ ان مسئلوں اور منصوبوں کو کئی موضوعات، عنوانات اور مضامین تک پھیلا دیا جائے۔ ایک ہی منصوبے میں آپ زبان، نظم، نثر، قواعد اور انشا وغیرہ کے کئی پہلوؤں پر مشتمل عناصر حاصل کر سکتے ہیں۔ اسی طرح اردو کی تدریس کو سائنس، معاشرتی علوم اور اسلامیات جیسے مضامین کے ساتھ مربوط بھی کیا جاسکتا ہے۔ چونکہ تدریس ایک وحدت یا اکائی کا نام ہے اس لیے منصوبوں کو ایسی وحدتوں میں تشکیل کیا جاسکتا ہے جو کئی پہلوؤں سے کارآمد ہو سکیں۔ چنانچہ تدریسی وحدت کے اصول کی بنیاد یہ ہے کہ مختلف مضامین پڑھانے کے بجائے انہی وحدتوں/اکائیوں کی صورت میں پڑھایا جاتا ہے۔

تدریسی وحدت سے مراد با معنی اور مربوط سرگرمیوں کا ایک جامع سلسلہ ہے جسے اس طرح شکل دی گئی ہے کہ زندگی کے کسی اہم پہلو کا پہلے سے زیادہ گہرا فہم پیدا ہو جائے اور اس پر زیادہ قدرت حاصل ہو جائے۔

اس طریقے سے پڑھانے سے مضامین کا مطالعہ با مقصد اور دلچسپ بن جاتا ہے۔ اس سے ذہنی نشوونما بھی ہوتی ہے اور شخصیت کی تعمیر بھی۔ ترقی یافتہ ملکوں میں مدرسے کے نصاب اور عملی زندگی کو باہم مربوط کرنے کے جو تجربات کیے گئے ہیں ان سے دو صورتیں سامنے آتی ہیں۔

(الف) مضامین کی وحدت

(ب) سرگرمیوں کی وحدت

پہلی صورت میں مضامین کی حدیں باقی رہتی ہیں مگر ہر مضمون کو بہت ہی معقول اور با معنی وحدتوں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ دوسری صورت میں مضامین کی حدیں نظر انداز کر دی جاتی ہیں۔ عملی سرگرمیوں کے ضمن میں بچوں کو مختلف مضامین کے جن بنیادی اصولوں اور حقائق سے کام لینے کی ضرورت پڑے وہ انہیں اخذ کر لیتے ہیں۔

”سرگرمیوں کی وحدت“ کے متعلق اس کے سرگرم حامیوں نے بھی تسلیم کیا ہے کہ اس طریق کو بلا ترمیم اختیار کرنے کے معنی یہ ہیں کہ بچے علم کے ساتھ یونہی کھیلتے رہیں اور پڑھائی، لکھائی، گفتی وغیرہ جیسی بنیادی مہارتوں پر پوری قدرت حاصل نہ کر سکیں۔ چنانچہ سرگرمیوں کی وحدت سے کام لینے والے مدرسے اب بنیادی مہارتوں پر

ضروری توجہ دینے لگے ہیں۔ دوسری طرف ”مضامین کی وحدت“ سے کام لینے والے مدرسے عملی سرگرمیوں کو معقول اہمیت دینے لگے ہیں۔ اس سے دونوں کا باہمی فرق بہت حد تک مٹ گیا ہے۔ ہر قسم کی تدریس میں نصاب کو زندگی کے مختلف مسائل کی شکل دے کر ان کی ترتیب طے کر لی جاتی ہے۔ چنانچہ استاد ان کو فائل کی صورت میں وحدتوں کے طور پر ترتیب دے لیتا ہے۔

### 2.3.1 تدریسی وحدت کے خصائص

- (الف) تدریسی وحدت کو بامعنی بنانے کے لیے ضروری ہے کہ یہ بچوں یا جوانوں کی کسی مخصوص جماعت کو سامنے رکھ کر تیار کی جائے۔ جب تک طلبہ کے پس منظر اور ان کی مخصوص نفسیاتی ضرورتوں کا علم نہ ہو اس وقت تک ان کے لیے بامعنی سرگرمیوں کا کوئی منصوبہ تیار نہیں کیا جاسکتا۔
- (ب) تدریسی مواد کو ایک مربوط اور ارتقاء پذیر تدریسی عمل کی شکل دی جاتی ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو مجوزہ سرگرمیوں کا سلسلہ ایک قدرتی وحدت کی شکل اختیار نہیں کر سکتا۔
- (ج) استاد اور طلبہ کے باہمی اشتراک عمل کی گنجائش موجود رہے۔

### 2.3.2 تدریسی وحدت کے اقدامات

تدریسی وحدت کے چار اقدامات ہیں۔ تیاری، ترقی، تکمیل، جائزہ۔ ذیل میں ان کا مختصر سا تعارف دیا جاتا ہے۔ اردو کے مضمون میں ان کے مطابق تدریسی وحدت تیار کی جاسکتی ہے۔

#### الف) تیاری

(i)	مسئلے سے تعارف	یعنی اس سے پہلے ہم کیا جانتے ہیں اور کیا نہیں جانتے۔
(ii)	مسئلے کی وضاحت	ہمیں کیا کچھ مزید معلوم کرنا ہے۔
(iii)	مقاصد اور متوقع نتائج	کون سے مقاصد کو تقویت دینا چاہتے ہیں یعنی کیا کچھ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔
(iv)	ضروری مواد کا خاکہ	موضوعات، مسائل اور سوالوں کی شکل میں توجہ طلب امور کی فہرست تیار کرنا۔
(v)	طریق کار کا خاکہ	گروہوں کی تشکیل اور تفویض کار۔
(vi)	جائزے کے معیار	حاصل شدہ نتائج کی قدر و قیمت کا اندازہ کس طور پر کیا جائے گا۔

## (ب) ترقی

- اس مرحلے میں مندرجہ ذیل اقدامات کئے جائیں گے۔
- (i) عملی سرگرمیاں: کتابوں، رسالوں، اخباروں وغیرہ کا مطالعہ مختلف چیزوں اور مقامات کا مشاہدہ، تحقیقی کام انفرادی اور گروہی کام، منصوبے اور ان کی تکمیل۔
  - (ii) مختلف سرگرمیوں سے عملی نتائج اخذ کرنا۔ معلومات جمع کر کے انہیں مرتب کرنا اور موزوں شکل میں پیش کرنا۔
- (ج) تکمیل

- اس مرحلے میں مندرجہ ذیل اقدامات ہوں گے۔
- (i) حاصل شدہ نتائج اور حقائق کو دوسروں کے سامنے پیش کرنا اور ان سے عملی خدمت لینا۔
  - (ii) مذاکرے اور مباحثے منعقد کرنا۔ انفرادی اور اجتماعی سرگرمیوں کو عمل میں لانا۔
- (د) جائزہ

نتائج پر طلبہ کی بحث۔ اس موقع پر استاد باقاعدہ سبق بھی دے سکتا ہے۔

## 2.4 گروہی تدریس

دور جدید میں یہ تصور ترقی پذیر ہے کہ بعض اوقات محض ایک استاد تدریس کے لیے ناکافی ہوتا ہے۔ کئی اساتذہ مل کر خاص طور پر تدریسی وحدت میں ٹیم کے انداز میں پڑھاتے ہیں۔ چنانچہ اس طریق تدریس کو ”ٹیم ٹیچنگ“ بھی کہا جاتا ہے۔ اس کے دو طریقے ہیں۔

(الف) مختلف مضامین کے اساتذہ مل کر پڑھائیں۔

(ب) ایک ہی مضمون کے اساتذہ مل کر ایک سبق تیار کریں۔

تدریس اردو میں دونوں طریقے مفید ہیں۔ مثلاً پہلے طریقے میں اشارات سبق تیار کرتے ہوئے ایک استاد کو سامان تدریس کی تیاری کے لیے آرٹ کے استاد کی مدد درکار ہوتی ہے۔ دوسرے طریقے میں ایک استاد نثر یا نظم کی عمدہ تدریس کر سکتا ہے تو دوسرا اس کے معانی اور قواعد و انشایا اصلاح و تصحیح کا کام بہتر انجام دے سکتا ہے۔



#### 2.4.1 طریق کار

کسی ایک جماعت یا مضمون کے طلبہ کو پہلے ایک بڑے کمرے میں جمع کیا جاتا ہے۔ اساتذہ کا گروہ وہاں موجود ہوتا ہے۔ کمرے میں سمعی و بصری اعانات بھی موجود ہوتے ہیں۔ چونکہ طلبہ کی تعداد زیادہ ہوتی ہے اس لیے سب تک آواز پہنچانے کا اہتمام بھی کیا جاتا ہے۔ نظم و ضبط کو بھی ملحوظ رکھا جاتا ہے۔ کوئی ایک رکن دس بارہ منٹ تک مواد کی نوعیت بچوں پر واضح کرتا ہے۔ زیر بحث آنے والے عنوانات کا مختصر تعارف پیش کیا جاتا ہے۔ طلبہ کو سوال پوچھنے کی اجازت ہوتی ہے۔ بحث کی فضا پیدا کی جاتی ہے۔ کوئی بھی استاد اور طالب علم جواب دے سکتا ہے۔ اس کے بعد دو صورتوں میں تدریس اور رہنمائی کا کام انجام دیا جاتا ہے۔

(الف) بڑے گروہ کو ٹیم کے مختلف اراکان باری باری پڑھاتے ہیں اور نصاب کے ان حصوں کو فرد افراد پڑھاتے ہیں جن میں ان کا خصوصی مطالعہ ہوتا ہے۔ ٹیم یہ بات پہلے سے طے کرتی ہے کہ کس رکن کو نصاب کا کون سا حصہ پڑھانا ہے یا سبق کی تکمیل کی ذمہ داری کس کی ہے۔ اس صورت میں اساتذہ کا وقت بچتا ہے اور وہ اپنی اپنی خصوصی مہارت کی وجہ سے بچوں کو خاصا فائدہ پہنچا سکتے ہیں۔

(ب) دوسری صورت میں طلبہ کے بڑے گروہ کو نظم و نسق برقرار رکھنے کے لیے چھوٹے گروہوں یا فریقوں کی صورت میں تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ ان گروہوں کی تعداد کا دار و مدار سامان تدریس، ٹیم کے اراکان کی تعداد، کمروں کی تعداد اور دوسری سہولتوں پر ہوتا ہے۔ عام اجتماعی بحث کے بعد یہ گروہ الگ الگ کمروں میں چلے جاتے ہیں۔ ہر استاد ایک گروہ کی تدریس میں لگ جاتا ہے۔ اپنا حصہ ایک گروہ کو پڑھانے کے بعد یہی مواد دوسرے گروہ کو سکھاتا ہے۔ ہر استاد اپنی قابلیت کے مطابق خاص حصہ پڑھاتا ہے اس طرح کچھ عرصہ بعد نصاب ختم ہو جاتا ہے۔ بعض اوقات ایک وقت میں کئی اساتذہ مل کر یہ کام انجام دیتے ہیں۔ کوئی سبق پڑھا رہا ہے۔ کوئی عملی مظاہرہ کر رہا ہے اور کوئی اہم نکات تختہ سیاہ پر لکھ رہا ہے۔

#### 2.4.2 گروہی تدریس کے فوائد

- (1) اساتذہ کی خصوصی صلاحیت سے طلبہ کو فائدہ پہنچتا ہے۔
- (2) طلبہ پر انفرادی توجہ دی جاسکتی ہے۔

- (3) کئی اساتذہ سے سیکھنے پر تعلیم کی جامعیت پیدا ہوتی ہے۔
- (4) • گروہی تدریس کا معیار بلند تر ہو جاتا ہے۔
- (5) طلبہ ایسے طریقے تدریس میں زیادہ دلچسپی لیتے ہیں۔
- (6) طلبہ کو بحث مباحثے اور سوال جواب کے زیادہ مواقع ملتے ہیں۔
- (7) جماعت میں یکسانیت اور اکثاہت پیدا نہیں ہوتی۔

### 2.4.3 تجربات کے نتائج

ٹیم تدریس یا گروہی تدریس کے سلسلے میں دنیا بھر میں مختلف تعلیمی اداروں نے تجربات کیے ہیں۔ 1962ء میں رابرٹ وائیٹ نے اس کے تحت کئی منصوبے مکمل کیے۔ 1964ء میں فورڈ فاؤنڈیشن کی سرپرستی میں ایک اور منصوبے کی تکمیل ہوئی۔ ڈیوڈ فنک کو اس منصوبے کا انچارج بنایا گیا۔ یہ تجربہ آٹھویں جماعت کے 250 طلبہ اور چار تجربہ کار اساتذہ کی ٹیم کے ذریعے کیا گیا۔ 1967ء میں اوہیو کے ایک ہائی سکول میں چار اساتذہ نے ٹیم ٹیچنگ کا تجربہ کیا۔ ہر استاد نے 9 ہفتے کام کیا اور چار مختلف گروہوں کو بار بار پڑھایا۔ ٹیم کا مقصد بچوں کی ضروریات اور دلچسپیوں کو پیش نظر رکھنا، مقاصد کو پورا کرنے والا سامان فراہم کرنا اور وسائل کے مطابق سرگرمیوں کا اہتمام کرنا تھا۔ زبان کی تدریس میں بھی ایسے کئی تجربات کیے گئے۔ تدریس اردو کے ضمن میں بھی اس طریق تدریس سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔

### 2.5 مشقی تدابیر

تدابیر اور تدریسی معاونات کو عام طور پر ایک ہی چیز سمجھا جاتا ہے۔ یہ درست ہے کہ تدابیر بھی تدریسی معاونت کے لیے استعمال کی جاتی ہے لیکن عام طور پر تدریسی معاونات میں ماڈل اور سمعی بصری اعانات کو شامل سمجھا جاتا ہے اور تدابیر میں ایسے طریقوں کو شامل کیا جاتا ہے جو عمومی اسباق کے تدریسی طریقوں میں عام طور پر استعمال نہیں کیے جاسکتے۔ اردو کے حوالے سے ذیل میں چند ایسی تدریسی تدابیر کا ذکر کیا جا رہا ہے جنہیں اس مضمون کی تدریس میں خاطر خواہ طریقے سے استعمال میں لایا جاسکتا ہے۔

## 2.5.1 پاکستانی بچوں کا رد عمل اور تدریسی تدابیر کی ضرورت

عام طور پر یہ سمجھا گیا ہے کہ پاکستان کے تمام علاقوں کے بچوں کا رد عمل اردو زبان کے بارے میں یکساں ہوگا اور اسی مفروضے کی بنا پر اردو کے نصاب اور درسی مواد کی تشکیل عمل میں آتی رہی ہے لیکن استاد کو مقامی طور پر مختلف رد عمل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ پاکستان کے بعض علاقے ایسے ہیں جہاں مقامی مادری زبان اردو میں زیادہ فرق نہیں اور دیگر سمعی و بصری معاونات (اخبارات، ریڈیو اور ٹیلی ویژن) بھی وہاں اپنا اثر ڈالتے ہیں جیسے پنجاب، سرحد اور سندھ کے شہری علاقے یا لاہور، کراچی، حیدر آباد، ملتان، کوئٹہ اور پشاور وغیرہ۔ لیکن پاکستان کے بعض علاقے ایسے ہیں جہاں طالب علم ایسے ماحول سے آتا ہے جہاں سوائے مادری مقامی زبان کے وہ کوئی اور زبان نہ سنتا ہے اور نہ اس سے آشنا ہوتا ہے۔ مثلاً چترال، کوہستان، قبائلی شمالی علاقے، اندرونی پنجاب کے بعض علاقے، بلوچستان کے کمران، کیچی علاقے یا سندھ میں جنوبی سندھ اور تھر پارکر کے علاقے۔ یہاں اردو کی تدریس میں استاد کو بے شمار مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ان کے علاوہ پاکستان میں بولی جانے والی چالیس کے قریب زبانوں اور بولیوں کے تنوع کے باعث ہر جگہ طلبہ کا تلفظ، بصیرت، فہم اور وقوف بھی مختلف ہوتا ہے مثلاً سرانگی بولنے والا طالب علم ”ڈ“ کی آواز گہری نکالتا ہے اور پنجابی بولنے والا طالب علم ساکن ”س“ سے شروع ہونے والا انگریزی لفظ بآسانی ادا کر لیتا ہے اسے ”اسٹیشن“ سکول اور اسٹول، نامانوس محسوس ہوتے ہیں جب کہ وہ ”سٹیشن“ سکول اور اسٹول، بآسانی بول لیتا ہے۔ سندھی بولنے والا طالب علم ”حروف موقوف“ کی بجائے ”حرف متحرک“ بولتا ہے مثلاً وہ ”بات“ کے ”ت“ پر (رکنے کے بجائے اسے زیر کے ساتھ بیان کرتا ہے۔ پشتو بولنے والا طالب علم بھاری حلقوی آوازیں مثلاً بھ، تھ، ٹھ، بآسانی ادا نہیں کر سکتا۔ تذکیر و تانیہ کا مسئلہ اس کے علاوہ ہے۔ ایسے بہت سے رد عمل ہیں جو پاکستان کے ہر مقام پر مختلف انداز سے سامنے آتے ہیں۔

ان تمام معاملات پر قابو پانے کے لیے استاد کو مختلف تدابیر استعمال کرنی پڑتی ہیں جن کا ایک ہی بنیادی مقصد ہوتا ہے کہ اردو کا ماحول پیدا کیا جائے اور طلبہ کو اردو سے بخوبی واقف ہونے میں مدد فراہم کی جائے۔ چنانچہ کبھی وہ بار بار تلفظ کی مشق کرتا ہے۔ کبھی بار بار سوال سے طلبہ کو متحرک اور فعال بناتا ہے، کبھی ان کے سمعی حوالے سے دلچسپیوں کے ذریعے اردو کا ماحول پیدا کرتا ہے اور کبھی انہیں بھری حوالے سے یاد رکھنے کی کوشش میں مصروف نظر آتا ہے۔ چنانچہ پاکستانی ماحول میں اردو کی تدریس کے لیے صرف اس بات پر اکتفا نہیں کر لینا چاہیے کہ اردو پاکستان کی قومی زبان ہے اور یہاں کے عوام کی اکثریت اسے بول، سن اور سمجھ سکتی ہے بلکہ ان کے لیے اردو کا ایسا ماحول مہیا کرنا

استاد کا فرض ہے جو انہیں دیگر روزمرہ اسباق سمجھنے میں خاطر خواہ مدد دے سکے۔

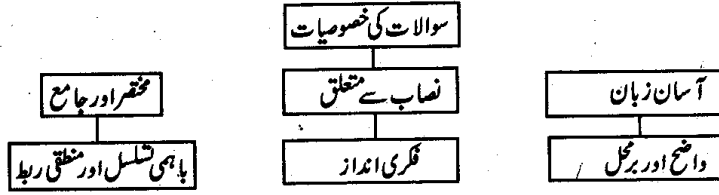
## 2.5.2 اصول سوال جواب

تدریسی تدابیر میں ستراطی طریقے یعنی اصول سوال جواب کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ یہ طریق روزمرہ اسباق کی تدریس میں بھی استعمال ہوتا ہے اور عام لکچر، گفتگو، بزم، محفل اور اجتماع میں بھی بخوبی استعمال میں لایا جاسکتا ہے۔

### الف) سوالات کی ضرورت

- (i) سوالات کے ذریعے زیادہ معلومات وضاحت کے ساتھ طلبہ تک پہنچائی جاسکتی ہیں۔
  - (ii) سابقہ اور نئی معلومات میں ربط پیدا کیا جاسکتا ہے۔
  - (iii) قوت غور و فکر اور منطق کو پیدا کیا جاسکتا ہے۔
  - (iv) طلبہ کو بیدار اور افعال رکھا جاسکتا ہے۔
  - (v) سبق کی خوبیاں اور خامیاں معلوم ہوتی ہیں۔
- سوالات کئی اقسام کے ہوتے ہیں انہیں ابتدائی، اقدامی اور امتحانی قسموں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے لیکن ان کی ایک بنیادی قسم یہ ہے کہ وہ سوالات ہوں اور اسباق سے مربوط ہوں۔ بنیادی بات سوالات کے انداز کی ہے۔ یعنی وہ مشکل نہ ہوں چنانچہ انداز کے لحاظ سے ہم مندرجہ ذیل باتوں کا خیال رکھ سکتے ہیں۔
- (1) سوالات سادہ اور آسان اردو میں ہوں یعنی آسانی سے سمجھ آ سکیں۔
  - (2) سوالات شفقت کے انداز میں کیے جائیں یعنی حکمانہ انداز نہ ہو۔
  - (3) سوالات عموماً پوری جماعت سے مخاطب ہو کر کیے جائیں۔
  - (4) طلبہ کو جواب سوچنے کے لیے مناسب وقفہ دیا جائے۔
  - (5) سوالات کم ہوں اور زیادہ تیزی سے نہ کیے جائیں۔
  - (6) عام طور پر سست اور غیر فعال طلبہ سے جواب پوچھا جائے۔
- انداز کے حوالے سے یہ بات بھی قابل غور ہے کہ سوالات کن اصولوں پر وضع کیے جائیں۔ اس ضمن میں سب سے پہلا اصول جو ہمارے سامنے آتا ہے وہ سوالات میں استعمال ہونے والی زبان کی سادگی کا ہے۔ دوسری

اہم بات یہ ہے کہ سوالات طلبہ کے معیار کے مطابق ہوں اور ان کے اردو نصاب سے متعلق ہوں۔ سوالات مختصر، جامع، واضح اور بر محل ہوں یعنی ان میں کوئی ابہام نہ ہو۔ مغالطہ انگیزی نہ ہو اور اس نوعیت کے ہوں کہ وہ طلبہ میں غور و فکر کا مادہ پیدا کر سکیں۔ سوالات میں باہمی تسلسل اور منطقی ربط ہو۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ سوالات کے اندر جواب کی طرف اشارہ نہ ہو ورنہ طلبہ فعال اور بیدار نہ ہو سکیں گے۔



ایسے ہی چند اصول جوابات کے بارے میں ہیں معلم کو یہ جاننے میں مدد دیتے ہیں کہ:

- (1) طلبہ سبق کو کہاں تک سمجھ سکے ہیں؟
- (2) طلبہ کا ذہن کس حد تک بیدار ہے؟
- (3) اردو کے بارے میں ان کا رد عمل کیا ہے؟
- (4) طلبہ کا اردو تلفظ، فہم اور وقوف کس حد تک ہے؟
- (5) طلبہ کا اردو الفاظ کا ذخیرہ کتنا ہے؟

معلم کو طلبہ کے غلط جواب کی اصلاح بھی کرتے رہنا چاہیے لیکن اس مقصد کے لیے مندرجہ ذیل اصولوں کو ملحوظ رکھا جانا ضروری ہے۔

- (1) جواب کے دوران اصلاح نہ کی جائے۔
- (2) غلط جواب، غلط تلفظ یا محاورے کی ہنسی نہ اڑائی جائے۔
- (3) تمام جوابات سن لیے جائیں۔
- (4) آخر میں غلط جوابات اور غلط تلفظ وغیرہ کی تصحیح کی جائے لیکن غلط جواب دینے والے طلبہ کا حوالہ نہ دیا جائے یا ذکر نہ کیا جائے۔
- (5) صحیح جواب کی صورت میں طلبہ کی خاطر خواہ تحسین کی جائے۔

### 2.5.3 اصول مشق/ڈرل

لسانی نشوونما، تلفظ اور محاورے کی تفہیم کے لیے مشق یا ڈرل سے بہتر کوئی تدبیر نہیں۔ لفظ اور اس کے تلفظ کو بار بار دہرانے سے سبق یاد ہو جاتا ہے۔ یہی صورت اس کی بار بار املا کی ہے۔ جس سے لفظ کی بناوٹ اور استعمال کا مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔ گھر کا کام بھی مشق ہی کے زمرے میں شمار ہوتا ہے۔ بعض کے نزدیک گھر کا کام دینا ضروری نہیں تاہم مشق زبانی ہو یا تحریری ایک اہم تدریسی تدبیر کی حیثیت اختیار کر لیتی ہے۔ مشق کا کام مدرسے ہی میں کروالینا چاہیے کیونکہ گھر کے کام میں صرف اردو ہی کی نہیں بلکہ دیگر مضامین کی مشقیں بھی طلبہ کے سر پر سوار ہوتی ہیں۔ اس مقصد کے لیے مدرسے کے قائم ٹیبل میں زبان خصوصاً اردو سے متعلق پیریڈ کم از کم دو گنا ضرور ہوں۔ ایک اسباق تدریس اور دوسرا مشقی تدابیر کے لیے ہو۔ یہ وہ طریقہ ہے جس سے طلبہ دیگر مضامین کے گھریلو کام پر بہتر توجہ دے سکیں گے اور اردو زبان کی تدریس بھی خاطر خواہ طور پر انجام پاسکے گی۔

تاہم اگر گھر کا کام دینا ضروری ہو تو یہ تیسری سے بالا جماعتوں میں مفید ہو سکتا ہے لیکن گھر کا کام مختصر اور کسی اہم موضوع سے متعلق ہو۔ اگر گھر پر اردو بولنے پڑھنے اور سننے کا ماحول موجود ہو تو اردو سے متعلق گھریلو کام کا دینا زیادہ مفید نہیں ہو سکتا۔

جماعت میں مشق یا ڈرل مہیا کرنے کا طریقہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ معلم ایک لفظ یا جملہ بولے اور طلبہ اسے دہرائیں یا چند طلبہ باقی جماعت کو سبق یاد کرائیں۔ لیکن اس سے ایک نقص یہ واقع ہوتا ہے کہ جماعت میں شور بہت زیادہ ہوتا ہے۔ ضروری ہے کہ جماعت کا شور ایک حد سے زیادہ نہ ہو۔ تحریری مشق میں طلبہ کی نگرانی بھی معلم کو خود کرنا پڑتی ہے۔ اس مقصد کے لیے معلم عموماً امتحانی طریق ہی سے کام لیتا ہے لیکن مشق کی اصلاح اور مقاصد تدریس کے لیے یہ ضروری ہے کہ معلم ہر ایک طالب علم کے لیے دیے گئے کام کا جائزہ لے اور اس کی اصلاح کرے۔

### 2.5.4 تحریری مقابلے

طلبہ کے ذوق تحریر کو اجاگر کرنے کے لیے ان کے درمیان تحریری مشقوں کے علاوہ اردو میں تحریری مقابلوں کا انعقاد کیا جاسکتا ہے۔ یہ مقابلے عام طور پر مضمون نویسی، کہانی یا تصویری انشا کے حوالے سے منعقد کیے جاتے ہیں۔ اس کے عام طور پر دو طریقے ہیں۔

الف) طلبہ کو موضوع چند روز پہلے بتا دیا جائے تاکہ وہ اس پر کتابوں، کتب خانوں، اخباروں، اساتذہ

اور والدین کی مدد سے تیار کر سکیں۔ پھر ایک خاص دن انہیں مضمون لکھنے کے مقابلے میں بٹھا دیا جائے۔

(ب) طلبہ کو موقع پر موضوع بتایا جائے اور وہ اس پر ایک مضمون، مختصر تحریر یا تصاویر دیکھ کر کہانی لکھیں۔ پہلے طریقے میں ایک فائدہ یہ ہے کہ طلبہ مزید مطالعہ اور معلومات میں اضافہ کر لیتے ہیں لیکن خالی یہ ہے کہ عام طور پر طلبہ کوئی مضمون رٹ کر مقابلے میں بیٹھ جاتے ہیں جس سے سارا مقصد فوت ہو جاتا ہے۔

دوسرے طریقے کا فائدہ یہ ہے کہ طلبہ کی تخلیقی قوت بیدار ہوتی ہے اور اردو میں انشا پر دازی اور تحریری ملکہ سے آشنا ہو جاتے ہیں لیکن اس کا نقص وہی ہے کہ وہ زیادہ وسعت اور جامعیت کیساتھ معلومات کا احاطہ نہیں کر سکتے۔ اس مسئلے کے حل کے لیے ایک آسان اور امتزاجی طریقہ یہ ہے کہ طلبہ کو کوئی وسیع موضوع بتا دیا جائے اور کہا جائے کہ ایک خاص تاریخ کو اس کے کسی بھی پہلو پر مضمون لکھنے کا مقابلہ ہوگا۔ تخلیقی صلاحیتوں کے لیے البتہ دوسرا طریقہ ہی استعمال کیا جانا چاہیے مثلاً اشاروں یا تصویروں کی مدد سے کہانی مکمل کرنا وغیرہ۔ امتزاجی طریقے کی ایک مثال ”کھیل“ کا موضوع ہے۔ اس میں سے ”کھیلوں کی ضرورت“، ”کھیلوں کی قسمیں“، ”کھیل اور صحت“، ”کھیل اور تعلیم“ اور ایسے کئی موضوعات کو مقابلے کے دن بتایا جاسکتا ہے۔ اس روز بیان کیے جانے والے موضوع کو جملوں کی صورت میں پیش کیا جائے مثلاً ”کھیلوں کی ضرورت کیوں ہوتی ہے؟“، ”کھیل اور تعلیم کا آپس میں کیا تعلق ہے؟“ یا ”کھیل سے صحت کس طرح بہتر ہو سکتی ہے؟“ وغیرہ۔ اس قسم کے سوالیہ جملے طلبہ میں غور و فکر اور استدلال کی قوتوں کو بیدار کرنے میں مدد دیتے ہیں۔ ایسے تحریری مقابلے اگر مہینے میں ایک بار منعقد کر لیے جائیں تو یہ تعلیمی سال میں خاطر خواہ تدریسی کردار ادا کر سکتے ہیں۔

## 2.6 اہم نکات

- 1- جدید تدریسی طریقوں میں مسئلہ، منصوبہ، وحدتی، گروہی، انکشافی، تجربہ گاہی جیسے کئی طریقے زیر عمل ہیں۔
- 2- مسئلہ طریق تدریس دراصل حل مسائل کا نام ہے۔
- 3- مسئلہ طریقے سے طلبہ میں دیرپا اوصاف پیدا ہوتے ہیں۔

- 4- مسئلہ طریق میں انفرادی اور گروہی طور پر مسائل حل کرنے کی طرف توجہ دی جاتی ہے۔
- 5- مسئلہ کو صاف، چھوٹا، واضح، عملی، دلچسپ، فکر انگیز، جامع، موزوں اور افادہ ہونا چاہیے۔
- 6- منصوبہ طریق دراصل مسئلہ طریق کی اگلی شکل ہے جو مسئلہ کے عملی حل کے لیے اختیار کیا جاتا ہے۔
- 7- منصوبہ طریق کے اقدامات مقصد تفصیلی خاکہ، عملی شکل اور نتائج کا جائزہ ہیں۔
- 8- تدریسی وحدت میں کئی بامعنی اور مربوط سرگرمیوں کو بیک وقت اختیار کیا جاتا ہے۔
- 9- تدریسی وحدت کے اقدامات تیاری، ترقی، تکمیل اور جائزہ ہیں۔
- 10- گروہی تدریس میں اساتذہ مل کر پڑھاتے ہیں۔

### سرگرمی

ایسی تدریسی وحدت تیار کریں جو پانچویں جماعت کی اردو کتاب پر مشتمل ہو اور اس میں کسی مسئلہ کے منصوبے کو ملحوظ رکھا گیا ہو۔



## آئی مائی نمبر 2

- سوال نمبر 1- مندرجہ ذیل جملوں میں خالی جگہ پر کریں۔
- (1) مسئلہ کی طریق تدریس کا صحیح نام۔۔۔۔۔ کا طریقہ ہونا چاہیے۔
  - (2) مسائل حل کرنے کے لیے ہر طالب علم۔۔۔۔۔ کو شش کرے۔
  - (3) مسئلہ۔۔۔۔۔ ہو جسے سنتے ہی سننے والے سوچنے پر مجبور ہو جائیں۔
  - (4) منصوبہ ایک۔۔۔۔۔ عملی سرگرمی ہے۔
  - (5) مسئلہ اور منصوبہ کی طریق تدریس میں فرق صرف۔۔۔۔۔ کا ہے۔
  - (6) تدریسی وحدت کی بنیاد یہ ہے کہ مختلف مضامین کی بجائے۔۔۔۔۔ کی صورت میں پڑھایا جائے۔
- سوال نمبر 2- مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جواب دیجئے۔
- (1) تدریسی وحدت کی کتنی شکلیں ہیں؟
  - (2) وحدت کی تیاری کے بعد کون سا مرحلہ آتا ہے؟
  - (3) گروہی تدریس کو اور کیا کہا جاتا ہے؟
  - (4) رابرٹ وائٹ نے کس سال گروہی تدریس کے منصوبے مکمل کئے؟
  - (5) کس فاؤنڈیشن نے گروہی تدریس کے منصوبے مکمل کئے؟
  - (6) کیا گروہی تدریس زبان کی تدریس کے لئے بھی استعمال ہو سکتی ہے؟
- سوال نمبر 3- مندرجہ ذیل فقرات میں صحیح یا غلط پر نشان لگائیں۔
- (1) اساتذہ کو اس بات کی پروا نہیں ہوتی کہ طلبہ انہیں کیا کہتے ہیں۔ صحیح / غلط
  - (2) گروہی تدریس میں اساتذہ کے بدلنے کے باوجود طلبہ کا نظم نسق برقرار رہتا ہے۔ صحیح / غلط
  - (3) ڈیوڈ ٹنک نے آٹھویں جماعت کی کلاس پر تجربہ کیا تھا؟ صحیح / غلط
  - (4) وحدت کی تکمیل میں مذاکرے اور مباحثے سے گریز کرنا چاہیے۔ صحیح / غلط
  - (5) استاد وحدت کو ایک فائل کی شکل میں تیار کر لیتا ہے۔ صحیح / غلط
  - (6) مسئلہ اور منصوبہ کی تدریس میں استاد کو چاہیے کہ وہ ہمہ وقت طلبہ کے کام میں مداخلت کرتا رہے۔ صحیح / غلط

### 3۔ جوابات

خود آزمائی نمبر 1

سوال نمبر 1۔

- |     |              |                |                 |
|-----|--------------|----------------|-----------------|
| (1) | ترکیبی طریقہ | (2) جی ہاں     | (3) مخلوط طریقے |
| (4) | ابجدی طریقہ  | (5) صوتی طریقے |                 |
- سوال نمبر 2۔ اپنے جواب کے لیے نوٹ کا مطالعہ کریں۔

خود آزمائی نمبر 2

سوال نمبر 1۔

- |     |          |              |                     |
|-----|----------|--------------|---------------------|
| (1) | حل مسائل | (2) انفرادی  | (3) فلراکیز         |
| (4) | معنی خیز | (5) آخری قدم | (6) وحدتوں/ اکائیوں |

سوال نمبر 2۔

- |     |       |                   |               |
|-----|-------|-------------------|---------------|
| (1) | دو    | (2) ترقی          | (3) ٹیم پیچنگ |
| (4) | 1962ء | (5) فورڈ فاؤنڈیشن | (C) جی ہاں    |

سوال نمبر 3۔

- |     |     |          |          |
|-----|-----|----------|----------|
| (1) | غلط | (2) صحیح | (3) صحیح |
| (4) | غلط | (5) صحیح | (C) غلط  |

#### 4۔ کتابیات

- 1۔ پڑھنا کیسے سکھایا جائے۔ آر تھر آئی گنیں، مترجم سید نذیر محمد بخاری، شیخ غلام علی اینڈ، طبع اول 1963ء
- 2۔ والدین اور اساتذہ میں رابطہ۔ ارونگ ڈبلیو سٹاؤٹ، گریس لیکنسن، مترجم، مقبول بیگ بدخشانی، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، طبع دوم 1971ء
- 3۔ مضمون نویسی کی تدریس۔ ایلو نیائی بزور، مترجم محمد ظہور الحق فاروقی، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، طبع اول 1963ء
- 4۔ ننھے ننھوں کے لیے ننھی ننھی نظمیں۔ خاطر غزنوی، انجمن ترقی اردو کراچی، پہلی اشاعت 1968ء۔
- 5۔ زیر نگرانی مطالعہ اور گھر کا کام۔ روتھ سٹریک، مترجم سجاد ناظم زیدی، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور۔
- 6۔ مدرسے کے لیے تیاری۔ ڈاکٹر عبدالقیوم پی ایچ ڈی، بساط ادب، ادبی مارکیٹ، چوک انارکلی، لاہور، بار دوم 1972ء
- 7۔ ابتدائی مدارس میں تدریس۔ (نصاب اور تدریس کے بنیادی مسائل) ہر برٹ جے، کلاؤ سائر، مترجم خواجہ محمد عبداللہ، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، طبع اول 1964ء
- 8۔ اردو کا قاعدہ، انجمن ترقی اردو کراچی، پاکستان، بار چہارم 1952ء
- 9۔ تجدیدی کورس برائے پرائمری اساتذہ، اردو علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد، یونٹ 2، 4، نمبر 1976ء
- 10۔ نصاب اردو، برائے جماعت اول تا پنجم، قومی ادارہ نصاب و درسی کتب، وزارت تعلیم حکومت پاکستان، اسلام آباد 1973ء
- 11۔ بچوں کی تدریس، آرٹس ہارن، مترجم سجاد ناظم زیدی، شیخ غلام علی اینڈ سنز، طبع اول 1963ء۔